نظام تعلیم:

دینی مدارس
تحفظ اور ارتقاء کی چند تدابیر

اشہد رفیق ندوی

ساری دنیا میں دینی مدارس میں تعلیم وتعلم ایک اہم موضوع بحث ہے۔ ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکی عمارتوں پر حملے کے بعد سے ذرائع ابلاغ پر خاص طور سے یہ موضوع چھایا ہوا ہے۔ امریکی حکومت اور یہودی ذرائع ابلاغ دنیا کو یہ باور کرانے میں مصروف ہیں کہ دہشت گردی کا بنیادی سرچشمہ دینی مدارس ہیں۔ ان اداروں میں تعلیم وتعلم کے جو ماخذ ہیں وہ منافرت کوفروغ دیتے ہیں، یہاں کا نظام تربیت تنگ نظری، ہٹ دھرمی اور رجعت پسندی کو مہمیز کرتا ہے اور یہاں کے فارغین معاشرہ کے اوپر بوجھ ہیں۔ مغربی حکمرانوں کی سیاسی بالادستی اور معاشی وتہذیبی رعب دبدبہ کی وجہ سے دنیا کی بہت سی اقوام اورتحریکات نے ان الزامات کو سچ تسلیم کرلیا ہے یہ الزامات امریکہ کی مذموم مہم کا حصہ بن گئے ہیں۔ ہندوستان کی فسطائی قوتوں کو اس صورت حال سے کافی فائدہ پہونچا۔ راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر۔ ایس۔ آیس) نے مذہبی بغض وعناد کی بنا پر اسلام اور اسلامی اداروں کے خلاف برسوں پہلے جوشوشے چھوڑے تھے، اسے عالمی سطح پر پذیرائی حاصل ہوگئی۔ اس موقع کوغنیمت جان کراس نے دینی مدارس کے خلاف ایک بار پھر پوری طرح کمر کس لی ہے۔ ان کے لئے اس سے زیادہ مناسب وقت کیا ہوسکتا تھا جب کہ رائے عامہ ان کے حق میں ہونے کے ساتھ ساتھ ملک کی زمام اقتدار بھی ان کے تربیت یافتہ افراد کے ہاتھ میں ہو۔ چنانچہ انہوں نے چوطرفہ حملے شروع کردیے۔ ایک طرف انہوں نے مدارس کے خلاف پروپگنڈہ کی مہم سنبھال لی ہے اور اپنی ساری طاقت وتوانائی ماحول کومسموم کرنے میں لگادی ہے تو دوسری طرف حکومت کے چند لائق وفائق وزراء کا ایک گروپ انہیں قومی سلامتی کے لئے خطرناک بتارہا ہے۔ کئی ریاستی حکومتیں بھی مدارس پر خصوصی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ سرحدی علاقوں کی ضلعی انتظامیہ ارباب مدارس کا جینا دوبھر کیے ہوئے ہے۔ متعدد مدارس کے طلبا اور اہل کار قیدخانہ کی سلاخوں کے پیچھے پہنچادئے گئے ہیں ہندوستان کے

نمائندے مدارس پر خاص طور سے نشانے پر ہیں اور اب ہر روز دار العلوم دیوبند جیسے ام المدارس پا بندی کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔

ان الزامات اور اقدامات کا اگر حدیث پاک کی روشنی میں تجزیہ کیاجائے تو یہ ''اسلام' کے خلاف' کفر' کا اتحادمعلوم ہوتا ہے۔ اسلام کی روز افزوں مقبولیت اور بڑھتی ہوئی افرادی قوت سے بس گھبرارہے ہیں ۔ امریکہ بہادر''انا ربکم الاعلیٰ'' کا اعلان کرنے میں اسلام ہی کو سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتا ہے، اس نے نئے عالمی نظام (New World Order) کا جو خواب اپنی بند آنکھوں میں سجا رکھا ہے ، اس کی راہ میں صرف اورصرف اسلام ہی رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ اس لئے اس نے عالم اسلام کو کمزور کرنے کے لئے ان سرچشموں کو ہی بند کرنے کا تہیہ کرلیا ہے جن سے اسلام کی آبیاری ہورہی ہے۔ عالمی منظر نامے سے ہٹ کر اگر ہندوستان کے تناظر میں اس کے مقاصد تلاش کیے جائیں تو یہاں بھی مقصد میں پوری طرح ہم آہنگی نظر آئے گی۔ سنگھ پریوار نے ''ہندوتو'' کے پرچار کے لیے ۷۵ برس سے زیادہ کوششیں کرلیں، نہ تو اسے عوامی مقبولیت نصیب ہوسکی اور نہ ہی اقتدار کی کرسی قریب آتی دکھائی دی ،تب انہوں نے نہایت باریک بینی اور عیاری کے ساتھ اپنے نظریہ وفکر کی راہ میں حائل عناصر کو تلاش کیا اور ان کو راہ سے ہٹانے کی تدابیر سوچیں۔ ان کے مذاہب ، تہذیب اور سماجی معاملات بجائے خود اتنے گنجلک ہیں کہ ان کی تبلیغ واشاعت خود ان کی بنیادوں کو کمزور کیے دے رہے تھے۔ منووادی نظام کے مظالم سے تنگ آکر دلتوں اور اچھوتوں کا طبقہ برسر عام باغی ہوچکا ہے۔ اس لیے انہوں نے نہایت سوچی سمجھی سازش کے تحت اپنی تمام ترکاوشوں کارخ دینی مدارس ، دینی ادارے اور دینی تحریکات کی طرف پھر دیا اور اب ان کا مطالبہ دینی مدارس کی مکمل تالہ بندی ہے اور اس سے کم کچھ بھی نہیں۔ اب ان کی تمام منفی کوششیں اسی ایک رخ پر لگی ہوئی ہیں۔

صورت حال بہت سنگین ہے، اس سے کیسے انکار ہوسکتا ہے؟ مگر اس سے نمٹنے کے لیے جس طرح کے ٹھوس اقدامات کی ضرورت ہے۔ شاید اب ان کا آغاز ہوا ہے۔ ذرائع ابلاغ میں جن اقدامات کا تذکرہ آیا ہے ۔ ان میں دیوبند،مونگیر اور دہلی جیسے چند مقامات پر کانفرنسیں منعقد ہوئیں، جن میں زور دارتقریریں اور دینی مدارس کی ہر قیمت پر تحفظ کی یقین دہانی کرائی گئی۔ چند اخبارات ورسائل نے خصوصی نمبر اور ضمیمے شائع کیے، کچھ اہل قلم نے اپنے قیمتی فکروخیال کو قلم بند کیا اور انہیں

اخبارات ورسائل شائع کرکے اپنے فرض سے سبکدوش ہوگئے ۔ بڑی مسلم جماعتوں اورتحریکوں نے قرار دادیں منظور کیں۔ یہ سب کوششیں عام طور سے مسلمانوں کے ذریعے اور مسلمانوں کے درمیان اور اردو زبان میں ہوئی ہیں۔ ظاہر ہے صورت حال کی سنگینی کے لحاظ سے اتنی کوششیں کافی نہیں ہے۔ ایک طرف حکومت کی طاقت ہے، ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد مشتمل مسموم ومشتعل ذہن ہے، زبردست قوت والا گمراہ کن میڈیا ہے اور دوسری طرف چند تقاریر، چند مقالات قراردادیں اور دعائیں، ہمارے ان دفاعی اقدامات کی حیثیت جاں بلب مریض کے لئے آکسیجن سے زیادہ نہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ آکسیجن فراہم کرکے ہم جان بچانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ ایک بیدار مغز اور ماہر ڈاکٹر کی طرح مرض کی مکمل تشخیص کی جائے اور اس کا اس طرح علاج کیا جائے جیسا کہ مرض کا تقاضا ہے۔ زندہ قومیں حالات اور تاریخ دونوں سے سبق سیکھتی ہیں۔ قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ میں عزم وارادہ وحوصلہ اور حلم و بردباری کی بڑی اہمیت رہی ہے۔ امت مسلمہ عروج وزوال دونوں کا طویل تجربہ رکھتی ہے۔ موجودہ قیادت کو اس وقت یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ تاریخ میں اپنا نام کس حیثیت سے لکھوانا چاہتی ہے۔

پاسباں آنکھیں ملے ، انگڑائی لے آواز دے
اتنے عرصے میں تو اپنا کام کرجاتی ہے آگ

اس لیے فوری طور پر پوری قوم کو بیدار ہونے کی ضرورت ہے خطرات کے رخ کو بھانپنے کی ضرورت ہے اور مومنانہ عزیمت وفراست کو کام میں لاکر ایک طویل المیعاد منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ اکیڈمی آف ساؤتھ ایشین اسٹیڈیز، علی گڑھ (اساس) کے اراکین نے اس موضوع پر کافی غور وفکر کرکے چند تجاویز مرتب کی ہیں جو ارباب بصیرت کی خدمت میں پیش ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تجاویز پر عمل آوری کی توفیق بخشے۔

(۱) ایک متحدہ محاذ / ایک مرکزی وفاق

ایک مدرسہ بورڈ کا قیام

اس وقت کفر متحد ہے اور ملت اسلامیہ مختلف چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تبدیل ہوگئی

ہے۔ اسلام دشمن قوتیں دینی مدارس کے خلاف متحد ہیں اور صبح و شام توحید کی تعلیم دینے والے ادارے اپنے جزوی اختلافات کی وجہ سے بالکل منتشر ہیں اور الگ الگ دفاع میں لگی ہوئی ہیں۔ اتحاد کی قوت سے اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود اتحاد کی لذت سے نا آشنا ہیں۔ اس وقت سب سے پہلی اور سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ملکی سطح پر ایک مضبوط وفاق تشکیل دیا جائے جو دینی مدارس کے تعلق سے تمام امور کی نگرانی ورہنمائی کرے۔ مواقع پر متعدد بار یہ تجویز منظر عام پر آچکی ہے، اب مزید تاخیر کی گنجائش باقی نہیں ہے۔ یہ وفاق آل انڈیا مسلم پرسنل لابورد کے طرز پر ہو جس میں ملت اسلامیہ کے ہر طبقہ، ہر جماعت، ہر مسلک اور ہر فکر وفن کے لوگوں کی متناسب نمائندگی ہو اور سب لوگ مل بیٹھ کر ایک قلیل المیعاد اور ایک طویل المیعاد منصوبہ بندی کریں اور فہم وفراست کے ساتھ آنے والے طوفان کا مقابلہ کرنے کی تیاری کریں۔

دستاویزی تیاری

ہمارا وفاقی نظام سب سے پہلے ایک جامع اور مبسوط دستاویز تیار کرے جس میں مدارس کے خلاف تمام الزامات کا احاطہ کیا گیا ہو، پھر ان کا حقائق کی روشنی میں مدلل ومسکت جواب تیار کیا جائے۔ حیرت ناک بات یہ ہے کہ دشمن نے بہت پہلے سے دستاویزی تیار کرلی ہے اور اس نے مدارس کے خلاف غیرمعمولی ذخیرہ جمع کرلیا ہے، انہی کی روشنی میں کبھی اسے مدارس کے نصاب میں بنیاد پرستی، فرقہ واریت اور غیرمسلم اقوام سے بغض ونفرت کی بومحسوس ہوتی ہے۔ تو کبھی وہ نظام تربیت کو دہشت گردانہ تربیت سے تعبیر کرتا ہے، کبھی نظام مالیات پر پٹرول کا سایہ نظر آتا ہے تو کبھی بلندو بالا عمارتوں کی برجیں اس کی آنکھوں میں چبھنے لگتی ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ حی علی الفلاح (آؤ کامیابی کی طرف) جیسی مفید ومؤثر پکار بھی ان کے کانوں کو گراں گزرتی ہے، گویا مختلف پہلوؤں پر اس نے کافی مواد جمع کرلیا ہے۔ اور جب جیسی ضرورت پڑتی ہے، اسے استعمال کرتا رہتا ہے۔ اس وقت اس بات کی بڑی شدید ضرورت ہے کہ ملت اسلامیہ کی طرف سے بھی اسی طرح ہر محاذ پر زبردست دستاویزی تیاری ہو، ہر اعتراض کا تجزیہ اور جواب تیار ہو۔

الحمد للہ دینی مدارس کی تاریخ بہت تابناک ہے۔ جنگ آزادی سے لے کر آج تک ہر محاذ

پر مدارس کے عظیم الشان کارناموں سے ملک کی شان وعظمت میں اضافہ ہوا ہے۔ ان کا تعلیمی نظام ونصاب ملکی قوانین کے عین مطابق ہے۔حکومت کی وزارت خزانہ کو کسی گراں بار کیے بغیر ہر سال لاکھوں شہریوں کو علم وفن کی دولت سے مالامال کررہے ہیں ۔ دہشت گردی کا مدارس پر الزام ہے مگر دنیا میں جتنے نامور دہشت گرد ہیں ان میں مدرسہ کا فارغ وپروردہ شاید ہی کوئی ہوگا۔قومی یکجہتی اور ملکی سلامتی کو چیلنج کرنے والے حکومت کی نگاہ میں جو ہسٹری شیٹر ہیں ان میں بھی کوئی فارغ مدرسہ مشکل سے ملے گا۔مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ تمام تر پارسائی کے باوجود اپنی پارسائی کے ثبوت میں ہمارے پاس کوئی دستاویز نہیں ہے۔ چور کوتوال کو ڈانٹ رہا ہے اور کوتوال خوانخواہ شرمسار ہورہا ہے ، یہاں شرمساری کی ضرورت نہیں بلکہ دلائل کی روشنی میں اپنا وزن محسوس کروانے کی ضرورت ہے ۔ اس لیے سب سے پہلے دستاویزی محاذ پر مضبوط ہونے کی ضرورت ہے۔دستاویز کی جنگ دستاویز کے ذریعہ ہی جیتی جاسکتی ہے، محض تقاریر اور تردیدی بیانات سے ہماری پارسائی ہرگز ثابت نہ ہوسکے گی اور ہم معصوم ہونے کے باوجود ہمیشہ مجرم ہی تصور کیے جائیں گے۔

(۳) رابطہ مہم

امت مسلمہ پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ وہ ملت کے خول میں سکڑ کر رہ گئی ہے ۔ ہمارے روابط آپس میں بھی کافی کمزور ہیں اور غیر مسلم اقوام سے نہیں کے برابر ہیں۔شدت سے اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ بااثر افراد پر مشتمل ایک ایسا گروپ تشکیل دیا جائے جو ملک کے دانشور طبقہ (Inteligentia) سے اپنا رابطہ مضبوط کرے اور زور دار انداز میں ان کے سامنے اپنا موقف رکھے اور انہیں اپنا ہمنوا بنائے۔

ہماری یہ رابطہ مہم انفرادی ملاقاتوں اور خصوصی نشستوں سے لے کر عوامی پروگراموں تک محیط ہوسکتی ہے ۔ اس مہم کے ذریعہ قومی اقلیتی انسانی کمیشن اور سیکولر سیاسی قائدین کا دروازہ کھٹکھٹا کر ان کے فرائض منصبی کو یاددلایا جاسکتا ہے ، اگر ہم ان کے اذہان کو مسخر کرنے میں کامیاب ہوگئے تو اس جنگ کا کوئی تقویت مل جائے گی۔عوامی زندگی کے ان موثر اداروں کو چھوڑ کو تن تنہا اس جنگ کو جیتنا آسان نہ ہوگا۔

یہ پلیٹ فارم ان حضرات سے براہ راست رابطہ قائم کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے جو ہمارے خلاف برسر پیکار ہیں۔انہیں ڈائیلاگ کی دعوت دی جائے ،قریب سے ان کے اعتراضات واحساسات کو سنا جائے ، انہیں حقائق سے آگاہ کرکے ان کے اذہان کو صاف کرنے کی کوشش کی جائے۔

ہمارا یہ گروپ براہ راست وزارت داخلہ اور وزارت فروغ انسانی وسائل کے اعلا افسران سے بھی ملاقات کرسکتا ہے کیونکہ یہ شکوک وشبہات انہی کے پیدا کردہ ہیں۔ اعلیٰ افسران بالعلوم معاملات میں سنجیدہ ہوتے ہیں مخالف گروپ کے دلائل کو بھی غور سے سنتے ہیں، ان افسران سے براہ راست خدشات کے اسباب معلوم کیے جاسکتے ہیں اور ان کے ازالہ کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ اس سے اگر ہم ان کے اذہان کو مسخر کرنے میں بالکلیہ کامیاب نہ ہوں تب بھی اس کی زہرناکی بہرحال کم کی جاسکتی ہے۔

(۴) میڈیا واچ سیل

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ذرائع ابلاغ عہد حاضر کی سب سے مؤثر قوت ہیں۔آج کل ساری جنگیں اسی محاذ پرلڑی جارہی ہیں ،جن کے پاس قدرت ہے وہ اپنی غلط بات کو بھی منوانے میں کامیاب ہورہے ہیں۔

دینی مدارس کے خلاف پروپگنڈہ کرنے اورعوام کے ذہنوں کومسموم کرنے میں سب سے اہم کردار ذرائع ابلاغ کا ہے ۔ ذرائع ابلاغ کو مثبت موادمشکل سے ہی مل پاتا ہے جب کہ منفی مواد کی ان کے پاس بھر مار ہے۔ وقت کی ایک اہم ضرورت یہ بھی ہے کہ ذرائع ابلاغ پرنظر رکھنے اور ان کا تعاون کرنے کے لئے ایک سیل قائم کی جائے جواس محاذ کومضبوطی کے ساتھ سنبھالے اور اخبارات ، رسائل ، ریڈیو، ٹی وی، اور انٹرنیٹ وغیرہ پر جومواد آرہا ہے اس کا بروقت تجزیہ کرے اگر موادتعمیری اور مثبت ہوتو اسکی تشہیر کرے اور اگر منفی ہوتو فوراً اس کا نوٹس لے اور دلائل کے ذریعہ اس کی تردید کرے۔

یہ بات صحیح ہے کہ مسلمانوں کے پاس پانا کوئی مؤثر ذریعہ ابلاغ نہیں ہے۔ اس وجہ سے بھی بسا اوقات مسلمانوں کے مسائل دب کر دہ جاتے ہیں اور مخالف پروپگنڈہ کو بہت مقبولیت حاصل ہوجاتی ہے۔مگر سانحہ گجرات کے بعد ذرائع ابلاغ نے مظلوموں کی فریاد جس مؤثر انداز میں عوام

تک پہنچائی ہے اور عراق کے خلاف امریکہ کے جارحانہ عزائم کا جس طرح تیاپانچہ کررہے ہیں اس سے بڑی دھارس بندھی ہے۔ ایسے سنگین حالات میں اگر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کسی سے ملا ہے تو وہ ذرائع ابلاغ ہی ہیں۔ اس لئے ذرائع ابلاغ سے وابستہ افراد کو اپنا دشمن سمجھنے کے بجائے ان سے رابطہ مضبوط کرنے کی ضرورت ہے ۔ ان کے ساتھ تعاون کی ضرورت ہے اور ان کے منھ میں اپنی زبان ڈال کر ابت کرنے کی ضرورت ہے۔ اس محاذ پر اگر ہمیں کامیابی نصیب ہوجائے تو فسطائی عزائم کا حوصلہ اپنے آپ ٹوٹ جائے گا۔

(۵) قانونی چارہ جوئی

دینی مدارس کے خلاف جو واویلا مچایا جارہا ہے۔ یہ آزادی اظہار خیال کا بے جا استعمال ہے۔ اس کا نوٹس لینے کی سخت ضرورت ہے، کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ماہرین قانون سے اس سلسلے میں مشاورت کی جائے کہ جولوگ دینی مدارس کی تاریخ اور عظیم الشان کارناموں کو مسخ کررہے ہیں اور ملک وملت کے تئیں ان کی جو تعمیری خدمات ہیں ان کو مشکوک بنا رہے ہیں ان کے خلاف عدالت عظمیٰ سے رجوع کیا جائے اور مجرمین کی زبان پر لگام لگانے کی درخواست کی جائے۔

ملک کی روز افزوں بگڑتی ہوئی اخلاقی صورت حال دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ عدالت عظمیٰ کے معاملات اب بھی بسا غنیمت ہیں، کئی معاملات میں امت مسلمہ کو یہاں سے راحت مل چکی ہے ۔ اس لئے اس اہم جمہوری ستون کا دروازہ کھٹکھٹانے میں بھی تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ بڑھتی ہوئی لاقانونیت اپنی جگہ پر، مگر قانون کی گرفت سے باہر کوئی نہیں ہے۔ قانون کا دراز ہاتھ مجرم تک پہونچانے کی ضرورت ہے۔

(۶) ویب سائٹ کا قیام

موجودہ زمانہ کا سب سے زیادہ مؤثر اور سستا ذریعہ ابلاغ انٹرنیٹ ہے۔ پلک جھپکتے دنیا کے کسی بھی گوشے سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہے اور بھیجی جاسکتی ہے۔ امت مسلمہ کی وسائل کی کمیابی کو دیکھتے ہوئے کم از کم اس ذریعہ کا سہارا تو لیا ہی جاسکتا ہے۔ اگر دینی مدارس کے متعلق ایک مرکزی ویب سائٹ قائم کردیا جائے جس میں تمام مدارس کا تعارف، نصاب تعلیم ، اہم کارنامے اور

اعتراضات کے جوابات کا اہتمام کیا جائے تو ایک بڑی مخلوق تک اپنا پیغام پہونچایا جاسکتا ہے اور معلومات کی عدم فراہمی کے الزام سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے۔

(۷) دعوتی پہلو کو نمایاں کیا جائے

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دینی مدارس کے قیام کا ایک بڑا مقصد تحفظ دین اور دعوت دین ہے۔ دعوت کا پہلو ہمارے نظام ونصاب میں دبا دبا سا ہے اور اگر کبھی فعال ہوتا ہے تو اس وقت بھی اس کا مخاطب مسلمان ہوتا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ دعوت اسلام کا دروازہ ہر خاص وعام کے لئے کھلا رکھا جائے اور اسلام کے شیریں پیغام سے ہر قوم اور پوری انسانیت کو فیضیاب ہونے کا موقع دیا جائے۔

شعبۂ دعوت کے متحرک ہونے سے اسلام کی پر امن تعلیمات ، صحیح تصورات زندگی ، احترام انسانیت اور اسلام کا نظام اخلاقیات سب کے سامنے آئے گا جو بلاشبہ بہت پرکشش اور دلوں کو جیتنے والا ہے ۔عہد نبوی سے آج تک فروغ اسلام کا یہی سب سے بڑا ذریعہ رہا ہے۔

دینی مدارس کے اہم ثقافتی پروگرام ، سالانہ جلسوں ،کھیل کود کے مقابلے اور یوم جمہوریہ اور یوم آزادی پروگراموں میں خاص طور سے سرکاری اہل کاروں کو مدعو کیا جائے تا کہ وہ مدارس کی بارونق فضا،نظم وڈسپلن اور طلبا کی صلاحیتوں کو غور سے دیکھیں اور اپنے مسموم ذہنوں کو صاف کرسکیں۔جن مدارس نے اس کا تجربہ کیا ہے ان کے یہاں مثبت اور خوشگوار نتائج سامنے آئے ہیں۔

(۸) مدارس کے نظام ونصاب کا تنقیدی جائزہ

دینی مدارس کے نظام ونصاب پر بھی غور وفکر کی ضرورت ہے ۔زندہ قومیں اپنے نظام تعلیم کو چست درست رکھنے کے لئے حالات وضروریات کے لحاظ سے برابر تبدیلیاں کرتی رہتی ہیں ۔ دینی مدارس کے نصاب تعلیم پر فرسودگی کا الزام ہے۔ اس کا الزامی جواب دینے کے بجائے سنجیدہ غور وفکر کی ضرورت ہے اور جہاں جہاں تبدیلی کی ضرورت ہوا سے بلا تامل قبول کرنے کی ضرورت ہے۔ حالیہ دنوں میں تقریباً تمام مدارس نے اپنے نصاب پر غور وفکر کیا ہے اور مناسب تبدیلیاں کی ہیں۔ اسے عوام کے علم میں لانے کی بھی ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆